کتابیات

سیرۃ الخلیل (باب ثانی)

ولادت اور غیر معمولی کفالت

مولانا الطاف الرحمٰن بنوی

چارسو سالہ[1] حکمرانی کی لمبی مدت میں نفس و آفاق کی کروڑوں ...... خاموش و بے زبان ...... آیات الٰہی نمرود اور اس کی قوم کو خالقِ حقیقی کی طرف متوجہ نہ کرسکیں، تو قدرت نے ...... اپنی آخری لسانی ...... ایک ناطق پیغمبر بھیجنے کا فیصلہ صادر فرمایا تاکہ لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ۚ[2] (سورۂ انفال آیت ۴۲) کے قانونِ الٰہی کی ٹھیک ٹھیک تنفیذ ہوسکے۔

وقت کے منجموں اور کاہنوں نے نمرود کو خبر دی کہ عنقریب دار السلطنت کے حدود ہی میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو انجام کار اس کی حکومت اور شریعت کو ختم کردے گا۔[3]

قدیم مصری اور بابلی تہذیبوں کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ وہاں نجوم و کہانت کو بڑی وقعت اور اہمیت حاصل تھی، یہی وجہ تھی کہ ان کو باقاعدہ علوم کی صورت میں بہت زیادہ ترقی دی گئی تھی اور ان کے حاملین کو بڑی عزت و توقیر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، اکثر مہمات میں ان کی رائے لی جاتی اور اسی کے مطابق کوئی مثبت یا منفی پہلو اختیار کیا جاتا، بڑے بڑے بادشاہ اور امراء بھی ان کی اعانت اور رہنمائی سے بے پرواہ نہ تھے۔ وہ ان کو اپنے پاس رکھتے اور اپنے مستقبل کے بارے میں ان کی پیشین گوئیوں کو بڑی حد تک درخورِ اعتنا سمجھتے۔

بادشاہ نے حفظ ماتقدم کے طور پر شہر کی تمام حاملہ عورتوں کو زندان خانے میں بند کردیا۔ اور ان میں سے جس کسی کے بھی نرینہ اولاد پیدا ہوئی تیغ و تلوار سے اس کا استقبال کیا گیا۔[4]

---

[1] تاکہ مرے جس نے مرنا ہو دلیل سے اور جیئے جس نے جینا ہو دلیل سے۔

[2] البدایہ والنہایہ ج ۱ [3] ابن اثیر ج ۱ [4] ابنِ اثیر ج ۱

© rasailojaraid.com

نمرود کی بناوٹی اور خانہ زاد خدائی بڑی سرگرمی سے اپنے ازلی دشمن کا تعاقب کر رہی تھی۔ اور نوشتۂ تقدیر کو محو کرنے کی سرتوڑ کوشش لیکن شہنشاہ اعظم کے اٹل اور غیر متبدل فیصلے کے مقابلے میں اس کی کوئی تدبیر کارگر ثابت نہ ہوئی اور بالآخر وہی کچھ ہوا جس کے ہو جانے کا اندیشہ تھا۔

بابل کی نواحی بستی اُور (U R) کا سب سے بڑا بت تراش اور بت فروش آزر نمرود کا معتمد درباری اور مصاحب تھا، اس کی بیوی باوجود حاملہ ہونے کے حمل کے ظاہری آثار نہ ہونے کی وجہ سے دوسری عورتوں کے ساتھ قید نہیں ہوئی تھی[1] چنانچہ اسی کے ہاں خون آشامی کے انہی دنوں میں وہ بچہ تولد ہوا جو مخلوق پرستی کی ساری بنیادوں کو دلیل و حجت کے زور سے تہس نہس کرنے والا تھا۔

مولانا عبدالماجد دریاآبادی اپنے ایک تفسیری حاشئے میں سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مولد اُور (U R) کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "مدتوں یہ شہر دنیا کے نقشے سے غائب رہا۔ اب از سرِ نو نمودار ہو گیا ہے۔ کھدائی کے کام کی داغ بیل ۱۸۹۴ء ہی میں پڑ گئی تھی۔ ۱۹۲۲ء برطانیہ اور امریکہ کے ماہرین اثریات کی ایک مشترک تحقیقی مہم برٹش میوزیم اور پنسلوینیا یونیورسٹی کے زیر اہتمام عراق کو روانہ ہوئی اور کھدائی کا کام پورے سات سال تک جاری رہا۔ رفتہ رفتہ پورا شہر نمودار ہو گیا اور عراقی گورنمنٹ کے محکمہ آثارِ قدیمہ نے عجائب خانے کے حکم میں لا کر ان کھنڈروں کو محفوظ کر دیا ہے یہ شہر خلیج فارس کے دہانے اور عراق کے پایۂ تخت بغداد کے تقریباً درمیانی مسافت پر ہے۔"

اعدائِ دین کا ایک گروہ مذہبی لٹریچر کے وسیع مطالعے اور اس میں نام نہاد مہارت بہم پہنچانے کے بعد، روشن خیالی کے زعم میں، تحقیق و ریسرچ کے بہانے سے، ان تاریخی واقعات کی اصلیت مسخ کرنے کے درپے ہے جو مذہبی تعلیمات و روایات کے پس منظر میں بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی پاکیزہ اور قدآور شخصیت اپنی واقعیت اور قطعیتِ استناد کی بدولت وہ واحد تاریخی حقیقت ہے جس کو بلاخلاف ہر زمانے اور ہر قسم کے مذاق کے تمام لوگوں نے دل و جان سے تسلیم کیا ہے اور ان کی پاک سیرت کو بجا طور پر اسوۂ حسنہ

۱؎ ابن اثیر، ج ۱

© rasailojaraid.c

© rasailojaraid.c

قرار دیا ہے لیکن ان ظالموں نے ان کو بھی اپنی ہفوات و خرافات کا تختۂ مشق بنانے سے معاف نہیں کیا ہے۔ چنانچہ بڑی ڈھٹائی سے یہاں تک کہہ دیا ہے۔

"ابراہیم (علیہ السلام) نامی کوئی تاریخی شخصیت (العیاذ باللہ) گزری ہی نہیں بلکہ یہ محض ایک نوعی نام تھا یا ہر شیخ قبیلہ کا لقب۔"

مذہب دشمنی کے جوش میں بدیہیات سے انکار کی اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ مضحکہ خیز اور شرمناک ایک اور تازہ مثال ملاحظہ فرمائیے!

پروفیسر کلیموش کی حیثیت سرکاری شارح اور ترجمان کی ہے۔ اسے سوویٹ روس میں اسلام پر اتھارٹی سمجھا جاتا ہے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لکھتا ہے:

"محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا وجود محض ایک مفروضہ ہے۔"

اور بطور دلیل وہ یہ دور کی کوڑی لایا ہے کہ وہ تمام مصنفین جنہوں نے آپ کی سوانح حیات لکھی آپ کی وفات کے کئی صدیوں بعد پیدا ہوئے اور یہ ایک تاریخی مفروضہ ہے کہ ہر مذہب کے لئے ایک بانی کا ہونا لازمی ہے۔

اپنی نفرت وعداوت کا بھڑاس نکالنے، بلکہ موزوں تر الفاظ میں اپنی حماقت اور تعصب کا آپ ہی ثبوت فراہم کرنے کی ایسی مثالیں آپ کو مادیین اور مستشرقین کی ان کتابوں سے میں بہت کثرت سے ملیں گی جو مسلمانوں کو ان کے سرچشمۂ قوت قرآن سے بدظن کرنے کے لئے بہت بڑے اور وسیع پیمانے پر لکھی اور پھیلائی جا رہی ہیں لیکن اپنے کلمے کو سربلند رکھنے کا یہ خدائی انتظام بھی تو کیا عجیب ہے کہ جتنی اس مہم میں تیزی اور گرم جوشی پیدا ہوتی جاتی ہے اتنے ہی اس کی تردید کے قدرتی وسائل پیدا ہوتے جا رہے ہیں۔ چند برس پہلے دینی مسلمات تک کو اوہام سمجھا جانے لگا تھا لیکن آج کے نئے نئے انکشافات نے فقط علمی دلائل پر قناعت نہ کرنے والوں کو بھی رجعت قہقری پر مجبور کر دیا ہے۔

آزر کی تاریخی حیثیت کیا ہے؟ قرآن کریم نے ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد بتلایا ہے لیکن توریت نے ان کے والد کا نام "تارح" نقل کیا ہے۔ لہٰذا اس موقع پر ان دونوں کے بیانات میں صریح تضاد پایا جاتا ہے۔ اگرچہ مسلمانوں کے لئے قرآنی ارشاد "لِأَبِيهِ" کے بعد موجودہ توریت جیسی غیر مستند کتاب کی بات کو چنداں اہمیت نہیں دینی چاہیئے تھی، مگر پھر بھی علماء اسلام نے توریت کے کسی قابل تاویل بات کو محض تعصب کی وجہ سے ٹھکرانے اور مسترد کرنے کی کوشش نہیں کی ہے بلکہ تطبیق کا راستہ اختیار کیا ہے، اہل تشیع اور اہل سنت کی ایک جماعت بھی

© rasailojaraid.com

آذر اور تارح کو دو الگ الگ شخصیتیں قرار دے رہی ہے اور آذر کو ابراہیم علیہ السّلام کا والد نہیں بلکہ چچا گردانتی ہے اور قرآنی اطلاق " لِاَبِیۡہِ " میں " اب " کو از روئے مجاز چچا کے لئے مستعمل بتاتی ہے اور صحتِ مجاز کے لئے حدیث اور کلام عرب سے کئی شواہد بھی پیش کرتی ہے۔
اس مسئلے میں مولانا ابوالکلام آزاد بھی انہیں کا ہم زبان اور ہم نوا ہے وہ ترجمان القرآن جلد ۲ میں لکھتے ہیں :

" ان کے والد تارح کا بچپن میں انتقال ہوگیا تھا۔ چچا نے پرورش کی تھی اور چونکہ وہ مندر کے پجاریوں میں سے تھے اس لئے آدار کے لفظ سے پکارا جاتا تھا، آدار قدیم کالدی زبان میں بڑے پجاری یا محافظ معبد کو کہا کرتے تھے جس نے بعد کو عربی آذر کی شکل اختیار کی اس لئے قرآن نے اس کا ذکر آذر کے نام سے کیا ہے "۔

لیکن اس صورت میں قرآن کے ایک قطعی الثبوت اور واضح الدلالۃ لفظ کو کسی قطعی عقلی یا نقلی ضرورت کے بغیر اس کے ظاہری مفہوم سے الگ اور جدا کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام فخر الدین رازیؒ نے تفسیر کبیر میں اس پر سختی سے نکیر فرمایا ہے۔
علماء کی ایک دوسری جماعت دونوں ناموں کے مسمّٰی کی وحدت کی بنیاد پر مندرجہ ذیل دو توجیہیں پیش کرتی ہے۔

۱۔ ان کا اصل نام تارح اور لقب کسی مناسبت سے آدار تھا۔ قرآن نے شہرت کی وجہ سے لقب ہی ذکر کیا۔
۲۔ بعد الازمنہ اور اختلاف الالسنۃ کے زیر اثر آذر توریت کے تارح کا عربی تلفظ ہے قرآن نے اسی کو ذکر کیا۔

ابراہیم علیہ السّلام کی ولادت کے ساتھ ہی ان کی شفیق ماں نے بے رحم بادشاہ کے خوف سے بچّے کو ایک غار میں چھپالیا اور اس کی دیکھ بھال اور نگہداشت کے لئے صبح وشام آنے جانے لگی، عناصر و موالید کے طبعی ضابطوں کے علی الرغم قدرت نے اپنی حکمتوں اور مصلحتوں سے ایک ایسے غیر معمولی طریقے پر اس کی پرورش کی جس کی وجہ سے تدریجی نشوونما کے لمبے لمبے فاصلے خود بخود سمٹتے چلے گئے اور وہ چند ہی جستوں میں شباب و جوانی کے حدود کو چھونے لگا۔
بلاشبہ کائنات کی اس دنیا میں اسباب کی حکمرانی ہے اور مسبّبات کی ایجاد میں ان کا کافی عمل دخل ہوتا ہے لیکن جیسے کہ ہم اس کتاب کے باب اوّل کے آخری عنوان میں اس مسئلے

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

کی پوری تشریح و تنقیح سے فارغ ہو آئے ہیں کہ بارہا اس نظام طبعی کے برعکس سبب کے ہوتے ہوئے مسبّب کا ترتب نہیں ہوتا یا سبب کے بغیر بھی مسبّب منصّۂ شہود پر نمودار ہو جاتا ہے۔ تاہم یہ صورتحال اکثر و بیشتر تو ایسے غیر معمولی وقت میں پیش آتی ہے جبکہ حق و باطل ایک دوسرے کے خلاف اس آخری فیصلہ کن معرکے میں کود پڑے ہوں جس میں ایک کی موت اور دوسرے کی زندگی یقینی ہو لیکن اس کے علاوہ بھی دُعاۃ و مبلغین بالخصوص انبیاء و رُسُل علیہم الصلوات والتسلیمات کی زندگیوں میں اس کے آغاز ہی سے ایسے عجائبات کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ جن کی بدولت خویش و اقارب اور متعلقین کے ساتھ ساتھ تمام دوسرے واقف کار بھی قدرت کی ان نیرنگیوں کی طرف متوجہ ہوں جو فقط اسی اور اسی ہی کی ذات و حیات سے وابستہ ہوتی ہیں تاکہ وقت آنے پر یہ حیرت انگیز ماضی اس کی حیرت انگیز دعوت کو تقویت پہنچا سکے۔

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان اولوالعزم انبیاء میں شمار ہیں جن کو اپنے زمانے کی پوری تاریخ بدلنے کا مشکل ترین کام سونپا گیا تھا۔ اس عظیم الشان خدمت کو سرانجام دینے کے لئے ذاتی کمالات کے ساتھ ساتھ خارجی تائیدات کی بھی اشد ضرورت تھی۔ چنانچہ رب تعالیٰ نے دونوں میں سے حصہ وافرہ عطا فرمایا۔ پیدائش سے لے کر نبوّت کے آغاز تک کے جملہ غرائب۔ ارہاصات کے بعد انہیں تائیدات کی دوسری قسط تھی۔

ان غرائب کی تمام جزئیات چونکہ استناد کے اس معیار پر پوری طرح نہیں اترتیں جو اہل اسلام نے کسی واقعہ کے ردّ و قبول کے لئے قائم کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خلیل اللہ علیہ السّلام کے مسلمان سیرت نگار بھی اسرائیلیات کہہ کر ان کے نقل کرنے سے عموماً اجتناب کرتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ روایت کے اعتبار سے یہ تفصیلات پایۂ ثبوت تک نہیں پہنچی ہیں۔ لیکن جبکہ درایت ان کی روا داری ہی نہیں بلکہ متقاضی بھی ہے تو علم عدم کے بغیر محض عدم علم سے یکسر قلم زدگی بھی تو مناسب نہیں ——— !!

نمرودی حکومت کی شان و شوکت اور جاہ و جلال کے سامنے اس کے کسی حاشیہ نشین کی کیا حیثیت، جو اس کے کسی حکم کی ایسی خلاف ورزی کرے جس کی عاقبت ساری نمرودیت کا زوال ہو، عقل کسی طرح بھی یہ باور کرنے پر آمادہ نہیں ہوتی کہ شاہی کارندے گھر گھر کی تلاشی لئے پھرتے ہوں اور کسی بھی رو رعایت کے بغیر تمام حاملہ عورتوں کو پکڑ پکڑ کر زندان خانے میں پہنچا رہے ہوں اندریں حالات کسی دور دراز کے علاقے میں نہیں بلکہ دارالحکومت کے مضافات ہی میں اور کسی غیر معروف اور گمنام شخصیت کے ہاں نہیں بلکہ معبد کے سدبا

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

سے بڑے پجاری کے گھر میں، اس کی اہلیہ کی ساری مدّت حمل، بچّے کی ولادت اور دورانِ طفولیت میں کسی کا رندے کی آمد کی نوبت ہی نہیں آئی ہو یا بالفرض والمحال نگران عملے کی نارسائی یا چشم پوشی کی صورت میں اُر R ملا کی تمام آبادی آپس کی چشمک و رقابت سے اس حد تک پاک صاف ہو کہ نسل کشی کے اس زمانے میں جبکہ کسی نومولود کو زندہ نہیں چھوڑا جا رہا تھا آزر کے اس امتیاز پر کسی نے بھی کوئی حرف گیری اور مخبری نہ کی ہو، اگر ہمارا یہ تجزیہ صحیح ہے اور واقعات کی دنیا میں رہنے والوں کے نزدیک یقیناً صحیح ہے تو بلا تأمل ماننا پڑے گا کہ ان تمام ادوار میں دشمن کی آہنی گرفت سے بچانے کے لئے خلیل اللہ علیہ السلام کی حفاظت کے غیر معمولی انتظامات کئے گئے ہوں گے بصورتِ دیگر مستند واقعات کے بیچ بیچ میں وہ عقلی خلاء محسوس ہوتا ہے جس کو پُر کئے بغیر ان کو آپس میں جوڑنا جوئے شیر لانے سے کم دکھائی نہیں دیتا۔ پھر ان عرائب کی نوعیت بھی کوئی ایسی تو نہیں جو انبیاء و صالحین کی نسبت سے غیر مانوس ہو، تاریخ میں اس کی بیشمار مثالیں موجود ہیں۔

اس سلسلے میں حد سے حد جو شبہ پیدا ہو نا ممکن ہے وہ یہ ہے کہ اگر خلیل اللہ علیہ السلام کی سیرت واقعتاً ان جیسی آیات و دلالات سے بھی مزیّن تھی تو ان کو بھی نقلِ متواترہ کا وہ رتبہ نصیب کیوں نہ ہو سکا جو ان کے دوسرے معجزات بالخصوص واقعۂ نار کو حاصل ہوا اور پھر قرآن و حدیث کی خاموشی اس شبہے کو اور بھی قوی بنا دیتی ہے

اس سوال کا جواب چنداں مشکل نہیں، عدم تواتر کے لئے تو ہمارا آپ کا یہ تجربہ کافی ہے کہ جب کسی آدمی کی بہت بڑی بڑی خصوصیات و کمالات منظرِ عام پر آجاتی ہیں تو خلقت میں انہی کا چرچا ہو جاتا ہے اور اس سے پہلے کی نسبتاً چھوٹی چھوٹی صفات کا ذکر مذاکرہ بہت ماند پڑ جاتا ہے۔ آگ کا واقعہ خلیل اللہ کی زندگی میں عین اس وقت پیش آیا جبکہ آپؑ اپنے عجیب و غریب دعوت کی وجہ سے پوری مملکت میں شہرتِ عام حاصل کر چکے تھے اور پھر بتوں کو توڑ پھوڑ کر بادشاہ سے لے کر رعایا تک کے جذبات کو اس قدر مشتعل کر چکے تھے کہ سب نے مل کر آپؑ کو جلا ڈالنے کا فیصلہ اور اہتمام کیا ہوا تھا اور لوگ دور دور سے کھچ کھچ کر اپنی بھڑکتی ہوئی آتشِ انتقام کو ٹھنڈا کرنے کے لئے، ان کے خداؤں کی توہین کی لرزہ خیز سزا کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے لئے انتھک کوشش کر رہے تھے۔ گویا یہ بابل کی تاریخ کی سب سے بڑی وہ مذہبی تقریب تھی جس میں لذّتِ تماشہ کے ساتھ ساتھ ثواب کا داعیہ بھی موجود تھا چنانچہ اس جوش و خروش کے عالم میں جب کہ ہر خورد و کلاں اس تمثیل

© rasailojaraid.com

آگ کے اندر سے (العیاذ باللہ) خلیل اللہ علیہ السلام کی کھوپڑی پھٹنے کی آواز سننے کا منتظر اور مشتاق تھا اچانک یہ مایوس کن مگر انتہائی تعجب انگیز خبر پھیل گئی کہ آگ ان کے عظیم ترین قومی مجرم کا ایک بال بھی بیکانہ کرسکی بلکہ وہ تو ایک عرصہ تک اس کی آغوش میں عیش و استراحت کے مزے لوٹنے کے بعد بڑی دھوم دھام سے بالکل صحیح سالم نکل آئے اور اس کے بعد تمام لوگوں نے اس کو پھر سے اسی مشن کے لئے بڑی بے جگری کے ساتھ کام کرتے اور قربانیاں دیتے سنا اور دیکھا جس کی وجہ سے وہ راکھ کا ڈھیر بنائے جانے کے سزا وار ٹھہرائے گئے تھے۔

بھلا اس طرح ز بساوا قعہ کے بعد جس کا ہر خاص و عام نے مشاہدہ کر لیا ابراہیم علیہ السلام کی دوسری خصوصیات کو وہ پذیرائی حاصل ہوسکتی تھی؟ جس کی توقع کی جا رہی ہے۔

باقی رہی قرآن وحدیث کی خاموشی کی بات تو اس کا جواب دونوں کا اصل موضوع سخن معلوم کرنے کے بعد آسانی سے دیا جاسکتا ہے، قرآن و حدیث نے یہ دعویٰ ہی کب کیا ہے کہ وہ سابقین کی زندگیوں اور ان کے حالات کی تمام تر تفصیلات کی اطلاع دینے آئے ہیں۔ اس قسم کی باتیں تو وہی خوش فہم لٹھو ہی کہہ سکتا ہے جو قرآن وحدیث کو ہدایت کی بجائے اساطیر الاولین سمجھتا ہو۔

(جاری ہے)

انجمن خدام القرآن اور قرآن اکیڈمی

کے مقاصد کی وضاحت کے لیے مطالعہ فرمائیں

اسلام کی نشأۃ ثانیہ

کرنے کا اصل کام

از قلم: ڈاکٹر اسرار احمد

© rasailojaraid.com